

دشمنی کو کم کیجئے

جو خدشات امریکہ کے حوالے سے متعدد تحریروں میں رقم کر چکا ہوں، آہستہ آہستہ اسباب کی صورت اختیار کر رہے ہیں۔ بالکل ٹھوس اور سنجیدہ خطرات۔ اسکے مقابل جذباتی اور منتشر سوچ جو ہمارے ملک کو شدید مشکلات میں بیتلہ کر سکتی ہے۔ مگر سب کچھ عبث ہے۔ کیونکہ نہ کوئی سمجھنے والا ہے اور نہ کوئی رویے تبدیل کرنے کی مشکل کوشش کرنے والا۔

اندر کمار گجرال جسے فن سفارتکاری پر عبور حاصل تھا۔ ہمیشہ مضبوط اور تو ان پاکستان کے حق میں بولتا تھا۔ ہندوستان کا انہائی مشتاق وزیر۔ ایک یکچھ کے دوران پوچھا گیا کہ پاکستان کی اس درجہ حمایت کیوں کرتے ہیں۔ جواب فکر انگیز تھا۔ "ایک بکھرتے ہوئے پاکستان کاملہ ہمارے ملک یعنی ہندوستان پر بھی پڑیگا۔ یہ لڑکھڑاتا ہوا ملک ہمارا شیرازہ بکھیر سکتا ہے۔ لہذا اس وقت ہمارا قومی مفاد اس نکتہ میں چھپا ہوا ہے کہ پاکستان کی سلیمانیت کو محفوظ رکھیں"۔ سوال یہ ہے کہ اگر متحارب ملک، اس معاملہ میں فکر مند ہے تو ہم بذات خود کیوں نہیں۔ کسی بھی معقول عمل کی بجائے اسلاف کی تاریخی کہانیاں لوری کی طرح سنائی جاتی ہیں۔ سبق دیا جاتا ہے کہ تمام قومی مسائل صرف اسلیے ہیں کہ آسمانی طاقتیں ہم سے ناراض ہیں۔ ہمیں فوری طور پر تمام کام چھوڑ کر فلاں فلاں و ظائف کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ وہ تمام آفات ان ملکوں کا رخ کیوں نہیں کرتیں، جہاں کسی دین کا کوئی وجود نہیں ہے۔ برطانیہ، سویڈن، امریکہ، روس، جنوبی کوریا یہ تمام لادین معاشرے کیوں اور کیسے ہر مصیبت سے محفوظ ہیں۔ انکے عوام اس درجہ خوشحال کیوں ہیں۔ وہاں طویل عمری کیوں ہے۔ ہم مسلسل خرابے میں کیوں ہیں۔ اس مشکل معاشرے میں تو انسوں بھی سیکولر اور دینی محاذوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی نہیں سمجھتا کہ انسان ایک ہی وقت میں دین پر عمل پیرا بھی ہو سکتا ہے اور مکمل سیکولر بھی۔ خیر اس وقت اس نکتہ پر بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ امریکہ پوری قوت کے ساتھ سامنے آ کر کھڑا ہو چکا ہے۔

کیا یہاں کسی کو احساس ہے کہ چین کی عسکری طاقت امریکہ کے مقابلے میں یکسر ہیج ہے۔ روس تو خیر کسی کھاتے میں ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اقتصادی طور پر اس درجہ مشکلات کا شکار ہے کہ ہمارے لیے بہت زیادہ رعایت نہیں کر سکتا۔ مگر ہمارے یہاں ڈھوں پیٹا جا رہا ہے کہ ایک نیا بلک تشکیل پارہا ہے۔ جس میں پاکستان، روس اور چین کے ساتھ باہوں میں باہیں ڈال کر کھڑا ہوگا۔ دنیا کی واحد سپر پاور کو مکمل طور پر ناراض کر کے ہم ان ملکوں سے مدد مانگ رہے ہیں جنکی اقتصادی ضمانت امریکہ کے پاس ہے۔ اس معاملے کو بھی چھوڑ دیجئے۔ اخبار میں خبر آتی ہے کہ ہم برابری کی سطح پر امریکہ سے تعلق قائم رکھیں گے۔ معاف کیجئے گا، برابری کی سطح کیلئے ضروری ہے کہ ملک برابر کی چوٹ کے ہوں۔ برابر کی اقتصادی قوت رکھتے ہوں۔ ٹھنڈے دل سے سوچیے کہ کیا ہم واقعی برابری کی سطح پر امریکہ سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ یہ محض جذباتی رویہ اور لوگوں کو بیوقوف بنانے والی بات ہے۔ قطعاً عرض نہیں کر رہا کہ کسی بھی طاقت سے مرعوب ہوا جائے۔ مگر حقیقت پسندی کے تقاضے بالکل مختلف ہیں۔ ہمارے عملی رویے سے بالکل متفاہ۔ چند نوں سے واشنگٹن میں ڈو نڈٹر مپ کی پالیسی تقریر کے بعد امریکی انتظامیہ اب اُن اقدامات کی طرف آ رہی ہے جو پالیسی بیان کو عملی جامہ پہنا سینگے۔ بھی تک اطلاعات یہیں

ہیں کہ پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دیا جاسکتا ہے۔ دنیا کے کے تمام اقتصادی ادارے اسکو قرضہ دینا بندیا کم کر سکتے ہیں۔ اسکا مطلب کیا ہے۔ ہمیں معاشی طور پر کھٹنے لیکنے پر آرام سے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ کیا واقعی ہم اس عذاب کا مطلب سمجھتے ہیں۔ کیا ہمیں اندازہ ہے کہ ولڈ بینک اور آئی ایم ایف عملی طور پر ہمارے ملک کے مالک ہیں۔ کوئی بحث انکی منظوری کے بغیر نہیں بن سکتا۔ یہ ادارے کچھ نہ کریں۔ صرف پاکستان سے اپنے قرضے واپس مانگ لیں تو ہم ایک دن میں دیوالیہ ہو سکتے ہیں۔ مگر نہیں ہمیں لوری سنائی جا رہی ہے کہ ہماری قومی ہمیت اور غیرت اس درجہ بلند ہے کہ ہر مسئلہ پر چنان کی صورت اختیار کر لیگی۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ چنان اس وقت سامنے کیوں نہیں آتی، جب ولڈ بینک کے بابوؤں کے سامنے ہم فقیروں کی طرح بھیک مانگتے ہیں۔ قرض ملنے پر بغلیں بجاتے ہیں۔ قومی ریز رو بڑھنے پر بڑھکیں مارتے ہیں۔ توجہ دیجئے۔ ہماری اقتصادی پالیسی حد درجہ ناکارہ اور دنی ہے۔ دنیا کے آزاد اخبارات کے ادارے پڑھ لیجئے۔ کھل کر ہمارے جھوٹ اور تضادات کو سامنے لا یا جارہا ہے۔ ان اداروں کے مقابلے میں ہمارے ایک بھی سرکاری دانشور، ایک لائن تک نہیں لکھ سکا۔ کیا ہے یہ ہے وہ قومی غیرت جسکے مل بوتے پر ہم مسلم امہ کے لیڈر ہیں۔ صرف باقی۔ صرف باقی۔

حالات اب مزید سُکھنے ہو چکے ہیں۔ چند دن پہلے ایک خبر نظر سے گزری کہ مغربی دنیا ب چھٹی یا ساتویں نسل (Generation) کے جنگی ہتھیار بنانے کی ہے۔ ہر طرح کے میزائل کو فضا میں ناکارہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر چکی ہے۔ اسکا عملی تجربہ جنوبی کوریا میں ہوا ہے، جہاں یہ ہتھیار نصب کیے گئے ہیں تاکہ شہابی کوریا کو اچانک حملہ سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اب فوج میں انسانوں کی بجائے رو بوٹ استعمال کرنے کی مکمل تیاری ہو چکی ہے۔ جب کمپیوٹر پر یہ معلوماتی خبر چل رہی تھی، تو بالکل اسی وقت ہمارے ایک ٹی وی چینل پر کھیرا کاٹنے کے دینی مسائل پر بحث ہو رہی تھی۔ ایک عالم فرمار ہے تھے کہ کھیرا کو کیسے کاٹنا چاہیے تاکہ ثواب حاصل ہو سکے۔ قطعاً اس بات کا حامی نہیں کہ مذہبی علماء اور دینی چینل کی ہرزہ سرائی کی جائے۔ بلکہ میں تو مدارس کے حق میں لکھتا رہوں۔ پر خدارا سوچیے، کہ غنیم کی ترقی سے کیسے منہ پھیرا جاسکتا ہے۔ اب جو چار ہزار امریکی فوجی افغانستان آ رہے ہیں، اس میں سالہا سال سے تربیت یافتہ بریگیڈ موجود ہیں، جو جو ہری اثناؤں کو بہت کم مدت میں غیرفعال کر سکتے ہیں۔ کیا ان فوجیوں کی موجودگی کے بعد کوئی شک رہ جاتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے یا کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ہم بیک وقت افغانستان، انڈیا اور امریکہ سے لڑ سکتے ہیں۔ درست ہے کہ ہماری فوج انتہائی طاقتور ہے۔ مگر کیا یہ لازم ہے کہ ہم اسکی طاقت کو اتنے کڑے امتحان میں ڈال دیں، جہاں اسکے لیے شدید مسائل شروع ہو جائیں۔ کیا پاکستان کے ایک بھی عسکری دانشور نے قوم کو بتایا ہے کہ افغانستان آنے والے نئے امریکی فوجی کس صلاحیت کے مالک ہیں۔ بالکل نہیں۔ ہم صرف اور صرف وقت مسائل کو ہی اپنے اصل مسائل سمجھتے ہیں۔ ایسے ادنی مسائل، جن سے ہم کبھی بھی چھکا رہنیں پاسکتے۔

حکم ہمیں تدبیر اور تدبیر کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔ طالب علم کی دانست میں اس وقت ہمارا قوی فائدہ اس میں ہے کہ امریکہ سے معاملات، تو اندازیا لگ کے ذریعے حل کریں۔ گزشتہ کئی برسوں سے واشنگٹن میں ہماری کوئی لابست فرم نہیں ہے۔ یہ وقت ہے کہ ایک اعلیٰ ترین درجہ کی لابست فرم کی خدمات حاصل کریں، جو موجودہ امریکی انتظامیہ کے نزدیک ہو۔ اس کمپنی کے ذریعے امریکی

انتظامیہ کے رویے میں تھوڑی سی نرمی لائی جائے۔ مگر یہ سب کچھ ناکام بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ساری دنیا یک زبان ہو کر ملک میں واقع دہشت گردی میں ملوث تنظیموں کے خلاف بات کر رہی ہے۔ اُنکے نام ہمارے دوست ممالک بھی لے رہے ہیں۔ ہمارا دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ عسکری اور سیاسی ادارے دروازے بند کر کے آپس میں کھل کر بات کریں۔ سچ بولیں کہ ہمارے یہاں کوئی دہشت گرد تنظیمیں واقعی کام کر رہی ہیں۔ یہ بہتان ہے یا سچ۔ اسکے بعد ایک مضبوط ترین فیصلے کے تحت ان تنظیموں کے کسی قسم کے کام کرنے پر عملی پابندی لگانی چاہیے۔ ان تنظیموں میں بھی ہو سکتا ہے کہ مذہبی والے افراد موجود ہوں۔ ان سے ہر قیمت پر روش تبدیل کرنے کا دباؤ ڈالنا چاہیے۔ اگر یہ مکالمہ ناکام ہو جائے، تو پھر طاقت کا استعمال کیا جائے۔ سوچنا چاہیے کہ کیامولانا مسعود اظہر یا حافظ طیب سعید پاکستان سے زیادہ اہم ہیں۔ درست ہے کہ ایک خاص زاویے سے ان لوگوں کی بہت خدمات ہوں گی۔ مگر تمام ادارے انکو سماجی خدمات کی طرف مبذول کر دیں جن میں یہ لوگ کمال مہارت رکھتے ہیں۔ پر صرف یہ کہنا، کہ نہیں۔ ہمارے پاس کوئی دہشت گردی میں ملوث تنظیم موجود نہیں ہے، اس بیانیے کو اب دنیا تسلیم نہیں کرتی۔ حالات بدل چکے ہیں۔ لہذا اب ہمیں بد لانا ہو گا۔ مگر سوال ہے، کہ کیا کوئی بد لئے کیلئے تیار ہے؟ موجودہ وزیر اعظم، شاہد خاقان عباسی مغرب کے تعلیم یافتہ ہیں۔ انہیں بخوبی اندازہ ہے کہ کیا ہو سکتا ہے۔ خطرات کتنے گھمبیر ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو تحریز کر لیجئے، کہ پاکستان سے کتنے امیر خاندان روزانہ کی بنیاد پر ہجرت کر رہے ہیں۔ مقتدر طبقے کی اکثریت کے پاس مغربی ممالک کی شہریت موجود ہے۔ اس سچ بات کو بیان کرنا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔ کیا کبھی کوئی سروے ہوا ہے کہ ہمارے کتنے سرکاری ملازم، فوجی، سیاستدان اور تاجر غیر ملکی شہریت رکھتے ہیں۔ اگر صرف ان مقتدر لوگوں کے نام آجائیں تو آپکو حقیقت کا پتہ چل جائیگا۔ مگر یہ سروے کبھی نہیں ہو گا۔ وہی ادنیٰ قسم کے بیانات جاری ہوتے رہیں گے۔ وہی جذباتی فضاقائم مسلسل قائم رہیگی۔ جسکی بدولت ہمارا حال شام یا عراق جیسا ہو سکتا ہے۔

دوبارہ عرض کرو ٹکا کہ بیکسوئی کے ساتھ معاملات کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ عسکری اور سیاسی ادارے مل بیٹھ کر اس گھمبیر صورتحال سے نکلنے کا حل نکال سکتے ہیں۔ کیونکہ ابھی بھی ہمارے ہاتھ میں ایک دوپتے ہیں، جن سے بازی پلٹی جاسکتی ہے۔ دانشوری یہ ہے کہ امریکی اور اسکے حليف ملکوں سے بامقصدم ذاکرات کیے جائیں۔ انہیں یہ بھی سمجھایا جائے کہ اردو گردشمن ممالک ہر طرح سے ہمیں عذاب میں مبتلا کر رہے ہیں۔ اسکا بین الاقوامی سد باب ہونا چاہیے۔ داخلی طور پر ہمیں اپنے معاشرے کو سماجی سطح پر کھونا چاہیے تاکہ گھٹن کی فضاظم ہو سکے۔ ایک آزاد، بے خوف اور دلیل کی بنیاد پر استوار معاشرہ ہمارے منقی تاثر کو مکمل طور پر ختم کرنے کی طرف صائب قدم ہو سکتا ہے۔ ان تمام اقدامات کیلئے بے پناہ اخلاقی جرأت چاہیے۔ شائد ہو سکے یا شائد نہ ہو سکے۔ مگر قومی مفاد، داخلی اور خارجی محاذوں پر سکون سے مضبوط فیصلے کرنے کا ہے۔ ہم سب کو خوش کرتے کرتے سب کو ناراض کر چکے ہیں۔ دشمنی کو کم کرنے کی مذہبی وقت کی ضرورت ہے!